الجواھر الحسان کی تفسیری حیثیت

* حافظ مبشر حسین

* محمد طاہر صدیق

مفسر ثعالبیؒ

اسلامی ادبیات میں ثعالبی کی نسبت سے دو شخصیتیں معروف ہیں۔ ایک عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف الثعالبی (786ھ/1384ء-875ھ/1470ء) ہیں جن کی تفسیر کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے اور دوسری شخصیت عبدالملک بن محمد بن اسماعیل، ابومنصور الثعالبی (350ھ/961ء-429/-1038/) ہے۔ آپ کی کتابوں میں ''**یتیمة الدھر**'' اور ''**فقه اللغة**''، معروف ومشہور اور مطبوع ہیں۔ ابومنصور ثعالبی کے بارے میں خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں:

''آپ نیشاپوری ہیں اور لغت وادب کے ائمہ میں سے ہیں'' (1)۔

ان کے علاوہ ایک اور شخصیت مفسر ثعلبی (بدون الالف بعد الثاء) کے نام سے معروف ہے، ان کا نام احمد بن محمد بن ابراہیم اور کنیت ابواسحاق ہے۔ ان کے بارے میں خیرالدین زرکلی رقم طراز ہیں:

> ''آپ نیشاپوری ہیں، مفسر قرآن ہیں، تاریخ آپ کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ آپ کی تصنیفات میں ''**عرائس المجالس، قصص الانبیاء** اور **الکشف والبیان فی تفسیر القرآن**'' شامل ہیں، یہ تصنیف 'تفسیر ثعلبی' کے نام سے بھی مشہور ہے'' (2)۔

الجواھر الحسان کے مؤلف امام ثعالبی کے بارے میں خیرالدین زرکلی 'الاعلام' میں لکھتے ہیں:

> ''عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف الثعالبی الجزائری، ابوزید، آپ مفسر قرآن ہیں، جزائر کے نامور علماء میں آپ کا شمار ہے۔ آپ کی بعض تصنیفات یہ ہیں:
>
> **الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن**، یہ چار جلدوں میں ہے۔

---

* ریسرچ ایسوسی ایٹ/لیکچرر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

* ریسرچ ایسوسی ایٹ/لیکچرر، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

⊙ الانوارفی معجزات النبوية، ⊙ روضة الانوارونزهة الخيار،

⊙ مجموع ⊙ جامع الامهات فی احکام العبادات،

⊙ الذهب الابریزفی غریب القرآن العزیز،

⊙ الارشادفی مصالح العباد، ⊙ ریاض الصالحین''(3)۔

امام ثعالبی کے علمی اَسفار (رِحلات)

امام ثعالبی نے اپنی تفسیر میں سورۃ الشوریٰ کے آخر میں اپنے علمی اسفار (رحلات) کے بارے میں چند باتیں ذکر کی ہیں، چنانچہ آپ رقم طراز ہیں:

''میں نے آٹھویں صدی ہجری کے آخر میں علمی سفر شروع کیے، نویں صدی کے شروع میں میں 'بجایۃ' میں پہنچا جہاں میں نے کبار علماء بالخصوص عبدالرحمٰن وغلیسی کے اصحاب سے بکثرت فائدہ اٹھایا اور بارہا ان کی مجالس میں شریک رہا......پھر میں تیونس گیا اور وہاں سید عیسی غبرینی، اُبّی، اور برزالی وغیرہ سے کسب علم کیا۔ پھر میں نے مشرق کا رخ کیا۔ مصر میں میں ولی الدین عراقی سے ملا اور ان سے بہت سے علوم سیکھے جن کا بڑا حصہ علوم حدیث پر مشتمل ہے۔ علم حدیث میں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام راستے کھول دیئے، چنانچہ شیخ ولی الدین عراقی نے مجھے ان تمام احادیث کی نقل وروایت کی اجازت دے دی جو میں نے ان سے پڑھی اور اس کے علاوہ کی بھی انہوں نے اجازت دی۔ پھر میں مکہ مکرمہ میں بعض محدثین سے ملا، اس کے بعد میں دیار مصر اور تیونس میں واپس لوٹ آیا اور یہاں کے اور علماء سے بھی علم حاصل کیا۔ یہاں میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن مرزوق سے ملا جو حج کے لیے جا رہے تھے، چنانچہ ان سے بھی میں نے بہت سا علم حاصل کیا اور انہوں نے بھی مجھے اسلامی علوم وفنون کی تدریس کی اجازت مرحمت فرمائی......''(4)

تفسیر ثعالبی (الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن) کے بنیادی مآخذ

امام ثعالبی کا اہم تصنیفی کارنامہ ان کی تفسیر 'الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن' ہے۔ یہ بنیادی طور پر کوئی مستقل بالذات تفسیر نہیں ہے بلکہ امام ثعالبی نے ابو محمد عبد الحق بن غالب بن عطیہ المعروف بہ امام ابن عطیہ (481۔542ھ) کی تفسیر 'المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز' کو پیش نظر رکھ کر اس کا ملخص تیار کر دیا ہے، گویا امام ثعالبی کا بنیادی مأخذ تفسیر ابن عطیہ ہی ہے۔ تاہم صاحب علم ہونے کے پیش نظر امام ثعالبی نے نقد و تبصرہ اور تعلیقات سے بھی کام لیا ہے۔ ان کا بنیادی کام چونکہ 'المحرر الوجیز' کا مہذب و ملخص نسخہ تیار کرنا تھا، اس لیے انہوں نے زیادہ تر اختصار ہی سے کام لیا ہے اور اس سلسلہ میں فطری طور پر ان کے پیش نظر بھی وہی منہج رہا ہے جو ابن عطیہ نے اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے یعنی منہجِ تفسیر بالماثور۔ اب اس سلسلہ میں خود امام ثعالبیؒ کی چند توضیحات ملاحظہ فرمائیے:

'الجواھر' کے مقدمہ میں مفسر موصوف فرماتے ہیں:

> ''اس 'مختصر (5) میں، میں نے اپنے لیے اور تم (قارئین) کے لیے جن چیزوں کو جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے، جن سے دنیا و آخرت میں میری اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، وہ یہ ہیں کہ میں نے الحمدللہ تفسیر ابن عطیہ میں موجود تمام اہم چیزوں کو اخذ کر لیا ہے، پھر اس میں اور مفید نکات بھی جمع کر دیے ہیں جو مجھے دیگر ائمہ کی کتابوں اور اس امت کے ثقہ علماء سے حاصل ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جن راسخ علماء سے میں نے کچھ اخذ و روایت کیا ہے، تالیفات کے اعتبار سے ان کی تعداد کم و بیش سو ہو گی اور پھر ان میں سے ہر مؤلف اپنے دین و تقویٰ اور علمی رسوخ میں مشہور و معروف ہے۔ مفسرین سے جو کچھ میں نے نقل کیا ہے، وہ ان کی تفاسیر کو سامنے رکھتے ہوئے نقل کیا ہے، روایت بالمعنی سے کام نہیں لیا کہ مبادا کوئی لغزش ہو جائے، بلکہ اس سلسلہ میں مؤلفین کے اقتباسات حرف بہ حرف نقل کر دیئے ہیں'' (6)۔

اسی طرح موصوف اس تفسیر کے اختتام پر رقم طراز ہیں:

''اللہ عز وجل نے تلخیص پر مشتمل اس 'مختصر' کی تکمیل میں میرے لیے آسانی فرمائی، میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسے مختصر مگر قیمتی موتیوں سے مزین بنادیا ہے۔الحمدللہ میں نے اس میں ابن عطیہؒ کی تفسیر کے اہم نکات جمع کر دیئے ہیں،اور ابن عطیہ کی تفسیر میں جو تکرار تھا یا انتہاء درجہ کی شاذ باتیں تھیں، وہ سب اس میں حذف کر دی ہیں اور اس میں اور بہت سے قیمتی نکات اور نفیس باتیں کہ جن کے بغیر چارہ نہیں،جمع کر دی ہیں۔ان قیمتی نکات کو(علامتوں کے ساتھ) ممتاز کر دیا ہے اور ان کے مراجع بھی ذکر کر دیئے ہیں اور انہیں لفظ بہ لفظ اخذ کیا گیا ہے۔یہ سارا کام میں نے سچائی اور راہ راست کی نیت کے ساتھ انجام دیا ہے اور اس کے اجر وثواب کے لیے میں اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں امید رکھتا ہوں''(7)۔

یہی بات موصوف نے تفسیر سورۃ الشوریٰ کے اختتام پر بھی کہی ہے،تاہم اس میں یہ اضافہ بھی ہے:

''میری اس تفسیر (الجواھر) سے اہل علم بھی بے نیاز نہیں رہ سکتے ،اور اس میں مبتدیوں کے لیے بھی کفایت کردی گئی ہے۔ یہ تفسیر اپنے قاری کو بہت سی مطولات سے مستغنی کردے گی کیونکہ اس میں وہ اپنے موضوع سے متعلقہ معلومات پالے گا اور بہت سے حقائق کی تہ تک جاپہنچے گا''(8الف)۔

یہ بات تو واضح ہوگئی ہے کہ امام ثعالبی کی تفسیر کا بنیادی مأخذ تفسیر ابن عطیہ ہی ہے،تاہم اس کے ساتھ آپ نے کچھ اور مآخذ کو بھی مدنظر رکھا ہے جن میں حدیث کے سلسلہ میں حدیث کی امہّات کتب مثلاً صحیح بخاری،صحیح مسلم،سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی وغیرہ شامل ہیں، نیز امام بغوی کی 'مصابیح السنۃ' سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جو حدیث کے حوالہ جات کے لیے بنیادی مصدر کی بجائے ثانوی مصدر کی حیثیت رکھتی ہے(8ب)۔

علاوہ ازیں اذکار و ادعیہ سے متعلقہ احادیث کے لیے امام ثعالبیؒ نے امام نوویؒ کی کتاب 'حلیۃ الابرار' (جو 'الاذکار' کے نام سے معروف ہے) سے استفادہ کیا ہے۔

اسی طرح اس موضوع سے متعلقہ مزید احادیث کے لیے آپ نے تقی الدین ابوالفتح محمد بن محمد بن علی بن ہمام مصری کی تالیف 'سلاح المومن' کو پیش نظر رکھا ہے (8د)۔ جبکہ ترغیب وترہیب اور احوال آخرت سے متعلقہ احادیث کا بڑا حصہ آپ نے امام قرطبی کی کتاب 'التذکرۃ' اور عبدالحق اشبیلی کی کتاب 'العاقبۃ' سے لیا ہے (8ھ)۔

تفسیر ابن عطیہ کا تعارف ومنہج

امام ثعالبیؒ کی تفسیر 'الجواھر الحسان' چونکہ تفسیر ابن عطیہ (**المحرّر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز**) کا اختصار ہے اور ابن عطیہ ہی کے منہج کی امام ثعالبیؒ نے بالعموم پیروی کی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ایک نظر مفسر ابن عطیہ اور ان کی تفسیر **المحرّر الوجیز** پر ڈال لی جائے۔

امام ابن عطیہ 481ہجری الموافق 1088عیسوی میں پیدا ہوئے اور 542(اور بقول بعض 546)ہجری الموافق 1148عیسوی میں فوت ہوئے۔ آپ کی کنیت ابومحمد ہے اور نام عبدالحق بن غالب بن عبدالرحمٰن بن عطیہ المحاربی ہے۔ آپ غرناطہ، اندلس کے رہنے والے ہیں۔ اپنے وقت کے مفسر اور فقیہ رہے ہیں۔ احکامی مسائل اور حدیث کا درک رکھنے والے تھے۔ آپ نے شعر بھی کہے ہیں۔ 'مریۃ' کے والی بھی رہے ہیں اور مسلمانوں کے لشکروں میں جہاد کے لیے بکثرت شریک ہوتے رہے ہیں۔ آپ 'لورقۃ' مقام میں فوت ہوئے۔ آپ کی تصنیفات میں یہ کتابیں شامل ہیں: **المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز**، برنامج، **المجموع** (8و)۔

تفسیر ابن عطیہ کے بارے میں محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ تفسیر بالماثور کی ذیل میں آتی ہے، چنانچہ محمد حسین ذہبی نے اپنی کتاب 'التفسیر والمفسرون' میں جہاں تفسیر بالماثور کی ذیل میں آنے والی آٹھ اہم تفاسیرِ ماثورہ کا تعارف کروایا ہے، وہاں پانچویں نمبر پر تفسیر ابن عطیہ کو شامل کیا ہے اور اس تفسیر کا تعارف کرواتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "تفسیر ابن عطیہ جس کا اصل نام 'المحرّر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز' ہے، کتب تفاسیر میں اور تمام مفسرین کے ہاں ایک اہم مقام رکھتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تفسیر کے مؤلف نے اپنا وہ علم بھرپور طریقے سے اس تفسیر میں داخل کر دیا ہے، جو

ان کے دور میں معروف ومقبول تھا اور جسے انہوں نے محنت شاقہ سے حاصل کیا تھا۔ ابن عطیہؒ نے بقول ابن خلدونؒ تمام ماثورہ تفاسیر سے اس تفسیر کو اخذ کیا ہے اور اس میں کوشش کی ہے کہ وہی چیز نقل کریں جو اقرب الی الصحت ہے۔ اور اس طرح انہوں نے ایسی تفسیر مرتب کر دی جو اہل مغرب اور اہل اندلس میں حسن قبول کے ساتھ متداول ہو گئی۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ابن عطیہؒ نے بہت عمدہ اور تخلیقی کام انجام دیا ہے حتی کہ اس کا چار دانگ عالم شہرہ اس کتاب کے مؤلف کی عربی دانی اور علمی وسعت کا بہترین ثبوت بن گیا۔ لیکن اس شہرت کے باوجود یہ اب تک مخطوط ہی کی شکل میں ہے (محمد حسین ذہبی نے جس وقت یہ بات کی اس وقت یہ مخطوط ہی کی شکل میں تھی، لیکن اب ایک عرصہ سے یہ شائع ہو چکی ہے۔ مقالہ نگاران) اور اس کے دس بڑے اجزاء ہیں۔ دار الکتب المصریۃ میں اس کے صرف چار اجزاء یعنی تیسرا، پانچواں، آٹھواں اور دسواں پائے جاتے ہیں۔ میں نے ان اجزاء کی طرف مراجعت کی اور جو اللہ کی توفیق سے میرے لیے میسر ہوا، ان کا مطالعہ کیا۔ میں نے دیکھا ہے کہ مؤلف ایک آیت ذکر کرتے ہیں پھر نہایت شستہ اور سلیس زبان میں اس کی تفسیر کرتے ہیں اور تفسیر بالماثور کا طریق اختیار کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بہت زیادہ طوالت میں نہیں جاتے۔ ابن جریر طبریؒ سے آپ بہت زیادہ نقل کرتے ہیں اور ان سے جو کچھ نقل کرتے ہیں، بعض اوقات اس پر تنقید بھی کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح کہ طبری کے علاوہ دیگر اہل علم سے نقل کرتے ہوئے ان کا مناقشہ اور رد کرتے ہیں۔ آپ عربی شاعری سے بہت زیادہ استدلال کرتے ہیں بالخصوص عبارتوں کی تفسیر میں ادبی شواہد کے طور پر اسے پیش کرتے ہیں جیسا کہ بعض اوقات معانی کی توجیہ کے لیے لغت عرب سے استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ نحو کے فن کو بھی بہت استعمال کرتے ہیں۔ قرآن کی مختلف قراءات سے بھی تعرض کرتے ہیں اور اس طرح مختلف معانی پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ابن حبانؒ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں تفسیر ابن عطیہ اور تفسیر کشاف کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تفسیر ابن عطیہ میں منقولات زیادہ ہیں، اور یہ زیادہ جامع اور خالص ہے جبکہ کشاف اس کے مقابلہ میں زیادہ ملخص (تلخیص شدہ) اور غامض (گنجلک) ہے'۔ اسی طرح امام ابن تیمیہؒ اپنے فتاوی میں تفسیر ابن عطیہ اور تفسیر کشاف کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تفسیر ابن عطیہ تفسیر کشاف سے بہتر ہے۔ نقل اور بحث کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اس میں بدعی اقوال کشاف کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ اس لیے یہ کشاف کے مقابلہ میں بہت بہتر بلکہ ایسی دیگر تفاسیر کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہے'' (9)

تفسیر بالماثور کیا ہے؟

چونکہ تفسیر ابن عطیہ میں تفسیر بالماثور کا منہج غالب ہے اور یہی منہج امام ثعالبی نے بھی قائم رکھا ہے، اس لیے یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ تفسیر بالماثور سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلہ میں محمد حسین ذہبی فرماتے ہیں کہ:

''تفسیر بالماثور اس بات پر مشتمل ہے کہ قرآن کی تفسیر و تبیین اور اس کے نصوص سے مراد باری تعالیٰ کی توضیح کے لیے خود قرآن ہی کی دوسری آیات سے رجوع کیا جائے، پھر اس کی طرف رجوع کیا جائے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے اور پھر اس کی طرف رجوع کیا جائے جو صحابہ کرامؓ سے مروی ہے اور پھر اس کی طرف رجوع کیا جائے جو تابعینؒ سے منقول ہے۔ تفسیر بالماثور میں تابعین کی طرف مراجعت میں اگرچہ یہ اختلاف ہے کہ ان کے اقوال ماثور کی قبیل سے ہیں یا رائے کی قبیل سے، لیکن ہم نے اس کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ تفاسیر ماثورہ مثلاً تفسیر طبری وغیرہ میں احادیث اور آثار صحابہ ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے ساتھ اقوال تابعین کو بھی شامل کیا گیا ہے'' (10)

تفسیر بالماثور کے سلسلہ میں امام ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالے 'مقدمۃ فی اصول التفسیر' میں تفصیل سے کلام کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''اگر کوئی پوچھے کہ تفسیر کا سب سے عمدہ طریق کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تفسیر کا سب سے بہترین طریق یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کی جائے۔اگر کوئی مضمون ایک جگہ مجمل ہے تو کسی اور جگہ اس کی تفصیل مل جائے گی اور اگر کوئی چیز ایک جگہ مختصر بیان ہوئی ہے تو کسی اور جگہ مفصل بیان ہوئی ہوگی۔اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو پھر سنت رسول کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ سنت قرآن کی تشریح و توضیح کرتی ہے لیکن جب ہمیں قرآن کی تفسیر نہ قرآن میں ملے اور نہ ہی سنت رسول میں تو ہمیں اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ وہ نزول قرآن کے مخصوص حالات کے براہ راست مشاہدے کی وجہ سے سب سے زیادہ مطالب قرآن سے آگاہ تھے، انہیں فہم کامل اور علم صحیح کی دولت بھی نصیب ہوئی تھی، خصوصاً ان کے علماء واکابر صحابہ مثلاً خلفائے اربعہ اور ہدایت یافتہ ائمہ جیسے یضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس'' (11)۔

نیز فرماتے ہیں:

''قرآن کے کسی حصہ کی تفسیر اگر خود قرآن یا حدیث میں نہ ملے تو ایسی صورت میں بہت سے ائمہ کرام اقوال تابعین کی طرف رجوع کرتے ہیں مثلاً مجاہد بن جبیرؒ کی طرف جو علم تفسیر میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے..........اسی طرح دیگر تابعین ہیں مثلاً سعید بن جبیر، عکرمہ، عطا ابن ابی رباح، حسن بصری، مسروق بن اجدع، سعید بن مسیّب، ابوالعالیہ، ابن انس، قتادہ، ضحاک بن مزاحم وغیرہ۔اسی طرح تبع تابعین ہیں اور ان کے بعد دیگر اہل علم ہیں'' (12)۔

امام ثعالبی کا منہج تفسیر

امام ابن عطیہ کی پیروی میں امام ثعالبی کی تفسیر میں بھی تفسیر بالماثور ہی کا منہج غالب اور نمایاں ہے، اگرچہ اس میں ابن عطیہ کی طرح لغوی مباحث اور فقہی آراء بھی زیر بحث لائی گئی ہیں۔ہم یہ معلوم کر چکے ہیں کہ تفسیر بالماثور میں بنیادی طور پر درج ذیل چار اصول پیش نظر رکھے جاتے ہیں:

⊙ قرآن کی تفسیر قرآن سے ⊙ قرآن کی تفسیر احادیث سے

⊙ قرآن کی تفسیر آثار صحابہ سے ⊙ قرآن کی تفسیر اقوال تابعین سے۔

اس کے علاوہ تفسیر بالماثور میں ایک اہم بحث 'اسرائیلی روایات' سے استدلال کی بھی ہے، اس لیے کہ تفسیر بالماثور کے آخری تین اصول بنیادی طور پر روایت کے زمرہ میں آتے ہیں، جب کہ روایات میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر طرح کی روایات کتب تفاسیر بالخصوص تفاسیر ماثورہ میں پائی جاتی ہیں اور اسرائیلی روایات بھی انہی روایات کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔ اب ہم ان اصولوں کی روشنی میں تفسیر ثعالبی کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

❶ قرآن کی تفسیر قرآن سے

جہاں تک تفسیر بالماثور کے پہلے اصول یعنی 'قرآن کی تفسیر قرآن سے' کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں امام ثعالبیؒ نے اس اصول کو پوری طرح مدنظر رکھا ہے، چنانچہ قرآن کے مشکل الفاظ کی توضیح، مجمل مقامات کی تفصیل، عموم کے خصوص، مطلق کی تقیید، سیاق وسباق سے معنی ومفہوم کا تعین وغیرہ میں انہوں نے بے شمار نظائر و امثلہ قائم کی ہیں۔ اس سلسلہ میں موصوف نے کہیں تفصیل سے کام لیا ہے، کہیں اختصار سے اور کہیں نہایت اختصار سے۔ ذیل میں اس سلسلہ کی چند اہم مثالیں اختصار کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں:

① سورۃ الفاتحہ کی آیت نمبر ٦ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ میں کلمہ 'اهدنا' (هُدٰی) کے معنی ومفہوم کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

> ''دل میں ایمان پیدا کر دیے جانے کے معنی میں بھی لفظ هُدٰی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کی ان آیات میں استعمال ہوا ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ (سورۃ البقرۃ:٥) ﴿يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاۤءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (سورۃ البقرۃ:213) ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاۤءُ﴾ (سورۃ القصص:56) ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ﴾ (سورۃ الانعام:125)...... اسی طرح هدی پکار/ندا کے معنی میں بھی مستعمل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (سورۃ الرعد:7)

یہاں ہادی سے مراد پکارنے والا ہے، نیز ارشاد ہے: ﴿وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (سورۃ الشوریٰ:52)...... ھدی الہام کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾ (سورۃ طٰہٰ:50) اسی طرح ھدی بیان وتوضیح کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ﴾ (سورۃ فصلت:17) نیز ارشاد ہے: ﴿اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی﴾ (سورۃ اللیل:12)'' (13)۔

پھر اس کے بعد امام ثعالبیؒ ان تمام معانی میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ھُدیٰ کے ان تمام استعمالات میں (بنیادی طور پر) ارشاد و رہنمائی کا مفہوم پایا جاتا ہے'' (14)۔

② اسی طرح سورۃ الفاتحہ کی آیت نمبر 7 ﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾ کی تفسیر میں موصوف رقم طراز ہیں:

''اس آیت میں ﴿اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾ سے کن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہاں ﴿اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾ سے مراد انبیاء، صدّیقین، شہداء اور صلحاء ہیں، اور انہوں نے اس سلسلہ میں سورۃ النساء کی آیات ﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِیْتًا وَّ اِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًا وَّ لَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاوَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا﴾ (69 تا 66) سے استدلال کیا ہے'' (15)۔

موصوف نے اس استدلال پر سکوت فرمایا ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ اس استدلال کی تائید کرتے ہیں۔

③ اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 143 ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ میں امت وسط کا معنی و مفہوم متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس کا مطلب ہے عدول، اللہ کے رسول ﷺ سے بھی اس سلسلہ میں یہی مروی ہے

اور مفسرین کے بیانات بھی اس سلسلہ میں اسی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔'وسط' کا معنی ہے بہترین اور منتخب شدہ۔ ہار کے درمیان میں جو پتھر منتخب کیا جاتا ہے، وہ باقی سب سے نفیس ہوتا ہے۔ اور یہی معنی سورۃ القلم کی آیت 128 ﴿قال اوسطھم﴾ میں پایا جاتا ہے۔'' (16 الف)۔

قرآن کی آیات میں اگر کہیں بظاہر تعارض ہو تو امام ثعالبیؒ وہاں ان میں تطبیق بھی دیتے ہیں مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت 185: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ کے تحت رقم طراز ہیں:

''امام ابن فاکہانی (16ب)، امام نوویؒ کی 'الاربعین' میں فرماتے ہیں کہ اگر تم کہو سورۃ الانشراح کی آیت: ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ تنگی کی موجودگی پر قطعیت کے ساتھ دلالت کر رہی ہے جب کہ سورۃ البقرۃ کی یہ آیت ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ تنگی کی نفی پر قطعیت سے دلالت کر رہی ہے، کیونکہ اہل السنہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو اللہ نہ چاہے، وہ نہیں ہو سکتا۔ (تو یہ تعارض ہو گیا ہے) میں کہوں گا کہ سورۃ البقرۃ میں جس عسر کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد احکام شریعت میں عسر کی نفی ہے، اس کے علاوہ عسر کی دیگر شکلوں کی اس میں نفی نہیں کی گئی، لہٰذا یہاں کوئی تعارض نہیں ہے'' (17)۔

❷ قرآن کی تفسیر حدیث سے

امام ثعالبی کا حدیث وسنت کے ساتھ اعتناء دوسرے علوم کی نسبت زیادہ رہا ہے، جیسا کہ ان کے سوانح میں گزر چکا ہے، چنانچہ قرآن مجید کی تفسیر کے سلسلہ میں اگر امام ثعالبیؒ کو کوئی چیز حدیثِ صحیح سے مل جاتی ہے تو وہاں موصوف نہ صرف یہ کہ اسے ترجیح دیتے ہیں بلکہ اسے اختیار کرنے پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ تفسیر قرآن میں حدیث کی اس درجہ اہمیت کی بے شمار مثالیں ان کی تفسیر میں موجود ہیں، مثلاً سورۃ آل عمران کی آیت 44: ﴿اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ﴾ کے تحت ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''واذاثبت الحدیث فلانظر لاحد معه اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہے تو پھر اس کی موجودگی میں کسی اور تفسیر کی دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں'' (18)۔

قرآن کی تفسیر حدیث کی روشنی میں کرنا تفسیر بالماثور کا ایک اہم اصول ہے، اس لیے اگر چہ بنیادی طور پر یہ طرزِ تفسیر خود امام ابن عطیہ کے ہاں بھی موجود ہے (19)، مگر امام ثعالبی نے اس سلسلہ میں جو تمسک اختیار کیا ہے، وہ تفسیر ثعالبی میں بہت نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ امام ثعالبی ایک تو اپنی تفسیر میں ان احادیث کو باقی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے خود ابن عطیہ نے استدلال کیا ہے، تاہم بعض اوقات ثعالبی حدیث کا پورا متن مصدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور راوی کا حوالہ دیتے ہوئے ذکر کر دیتے ہیں مثلاً سورۃ البقرۃ کی تفسیر کے آغاز ہی میں امام ابن عطیہ نے ایک حدیث کا صرف مخصوص حصہ ذکر کیا ہے مگر امام ثعالبی اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں پوری حدیث ذکر کروں گا:

وھاانا ان شاء اللّٰہ اذکر اصل الحدیث بکمالہ لمااشتمل علیہ من الفوائد العظیمۃ، خرج الحاکم ابوعبداللّٰہ فی المستدرک علی الصحیحین عن معقل بن یسارؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ............(20)۔

اسی طرح اگر ابن عطیہ نے ایک ہی مفہوم کی بہت زیادہ احادیث ذکر کی ہوں، تو پھر ثعالبیؒ اختصار کے پیش نظر ان میں سے صرف اہم احادیث ذکر کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی اہم ترین حدیث ابن عطیہ ذکر نہ کر پائے ہوں تو امام ثعالبی اسے ضرور ذکر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے مقامات پر امام ثعالبی قصداً احادیث ذکر کرتے ہیں، اس سلسلہ میں آئندہ صفحات میں 'اضافی نکات کے لیے اَحادیث سے استدلال' کے ضمن میں ذکر کردہ چند حوالہ جات دیکھے جا سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں امام ثعالبیؒ بعض اوقات ان احادیث کو ذکر کرنے سے پہلے اس طرح کے خیالات کا اظہار بھی کرتے ہیں:

''**وھاانا انقل ان شاء اللہ من صحیح الاحادیث فی ھذاالمحل مایثلج لہ الصدر**، یہاں میں ان شاء اللہ کچھ صحیح احادیث ذکر کروں گا جن سے سینوں کو راحت نصیب ہوگی'' (21)۔

عام طور پر مشکل الفاظ کی توضیح ، یا مجمل کی تفصیل یا آیت میں موجود احکام کی تشریح ، یا آیات کے سبب نزول یا عام کی تخصیص وغیرہ کے لیے تفسیر القرآن بالحدیث کے اصول سے مدد لی جاتی ہے۔امام ابن عطیہ اور امام ثعالبی کے ہاں اس سلسلہ میں بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ذیل میں اس سلسلہ کی چند اہم مثالیں تفسیر ثعالبی کے حوالے سے ملاحظہ فرمایئے:

① الفاظ وکلمات کی توضیح کے لیے احادیث سے استدلال

(i) سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر52: ﴿ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ﴾ میں کلمہ 'عفو' کی توضیح کرتے ہوئے امام ثعالبی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ومنه الحديث فجعلت ام اسماعيل تعفي اثرها،ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ام اسماعیل علیہا السلام اپنے نشانات کو مٹاتی جاتی تھیں'' (22)۔

(ii) اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر79: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ﴾ میں کلمہ 'ویل' کی وضاحت کرتے ہوئے امام ثعالبی پہلے امام خلیل نحوی کے حوالے سے اس کی لغوی توضیح نقل کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں:

''اس آیت میں ویل سے مراد جہنم کے عین درمیان بہنے والی وہ وادی ہے جس میں جہنمیوں کا پیپ اور خون بہہ رہا ہوگا، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((انه واد في جهنم بين جبلين يهوى فيه الهادى اربعين خريفا)) ''یہ جہنم میں دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی ہے، جس میں کوئی چیز گرائی جائے تو چالیس سال بعد اس کی تہہ تک وہ پہنچے گی''۔اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((انه جبل من جبال النار) ''یہ آگ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے'' (23)۔

(iii) سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر19: ﴿عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ میں کلمہ 'فترۃ' کی توضیح کرتے ہوئے

امام ثعالبی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''فترۃ کا معنی انقطاع ہے .... چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:((لکل عمل شرۃ ولکل شرۃ فترۃ))، ہر عمل کے لیے مصروفیت ہے اور ہر مصروفیت کے لیے انقطاع ہے'' (24)۔

② مجمل کی تفصیل کے لیے احادیث سے استدلال

امام ثعالبی نے اپنی تفسیر میں بہت سے مقامات پر ایسی احادیث ذکر کی ہیں جو قرآن مجید کے کسی اجمالی بیان کی تفصیل کرتی ہیں، اگرچہ ان میں زیادہ مقامات وہ ہیں جہاں ابن عطیہ ہی کی تفسیر سے اختصار کیا گیا ہے، تاہم بعض مقامات پر خود ثعالبی نے بھی اس سلسلہ میں اضافہ کیا ہے۔ مجمل کی تفصیل کے سلسلہ میں از راہِ اختصار ہم صرف ایک مثال ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

سورۃ الاعراف کی آیت 46: ﴿وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ﴾ میں 'رجال' سے مراد کون لوگ ہیں، یہ مجمل ہے، اس لیے اس کی تفسیر اور تعیین میں اختلافِ رائے ہے۔ امام ثعالبی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''جمہور کے بقول اس رجال سے مراد انسان ہیں یعنی'' فرشتے یا کوئی اور مخلوق نہیں (ناقل)''، پھر اس بات میں جمہور کا اختلاف ہے کہ وہ انسان کون ہوں گے۔ شرحبیل بن سعد کے بقول وہ ایسے شہداء ہیں جو والدین کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کے لیے نکلے اور شہید ہو گئے۔ طبری نے اس سلسلہ میں حدیث ذکر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ان شہداء کی شہادت کی نیکی اور والدین کی نافرمانی کا گناہ برابر ہو جائے گا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے۔ مسند خیثمہ کی پندرہویں جلد کے آخر میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روز قیامت ترازو رکھا جائے گا اور نیکیاں اور گناہ تولے جائیں گے، چنانچہ جن کی نیکیاں گناہوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوئیں، خواہ ایک ذرہ ہی زیادہ ہو، وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جن کے گناہ نیکیوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوئے،

خواہ ایک ذرہ ہی زیادہ ہوئے، وہ جہنم میں جائیں گے۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول !جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوئے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اعراف والے ہیں، وہ جنت میں نہیں جائیں گے مگر انہیں اس کی امید ضرور ہوگی'' (25)۔

③ مبہم کی توضیح کے لیے اَحادیث سے استدلال

اگر کسی آیت کے معنی ومفہوم میں ابہام معلوم ہو اور اس کی توضیح کسی حدیث سے ہو رہی ہو تو امام ثعالبی اسے ضرور ذکر کردیتے ہیں مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت 7: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان (کافروں) کے دلوں پر مہر لگا دی ہے'' میں 'ختم رمہر' سے مراد حقیقی مفہوم ہے یا مجازی۔ اس سلسلہ میں امام ثعالبی امام طبری کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''صحیح بات یہ ہے کہ یہاں مہر سے حقیقی معنی مراد ہے مجازی نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، اگر وہ گناہ سے باز آجائے اور توبہ کرلے تو اس کا دل صاف شفاف ہو جاتا ہے، اور اگر وہ گناہ میں بڑھتا جائے تو اس کے دل کی سیاہی بھی بڑھتی چلی جاتی ہے'' (26)۔

④ عام کی تخصیص کے لیے اَحادیث سے استدلال

تفسیر بالماثور میں عام کی تخصیص کے لیے بھی اَحادیث سے استدلال کیا جاتا ہے، چنانچہ اس نوع کی بھی کئی مثالیں تفسیر ابن عطیہ اور تفسیر ثعالبی میں ملتی ہیں مثلاً سورۃ الانعام کی آیت 83: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ میں 'ظلم' سے مراد اس کا عمومی مفہوم ہے جس میں ہر طرح کا ظلم شامل ہے یا اس کا کوئی خاص مفہوم ہے، اس سلسلہ میں امام ثعالبی رقم طراز ہیں کہ:

> ''والظلم فی هذا الموضع الشرک، تظاهرت بذلک الاحادیث الصحیحة وفی قراء ة مجاهد: ولم یلبسوا ایمانهم بشرک، ظلم سے مراد یہاں شرک ہے، اس سلسلہ میں بے شمار احادیث موجود ہیں اور مجاہد کی قراءت میں ظلم کی جگہ شرک کا لفظ ہے'' (27)۔

امام ثعالبی نے اختصار کے پیش نظر یہاں ان احادیث کی طرف اشارہ نہیں کیا جن سے 'ظلم' کے عموم کی تخصیص شرک کے ساتھ ہوتی ہے، ماسوائے ابن مجاہد کی قراءت کے، مگر ابن عطیہ نے اس سلسلہ میں بعض احادیث بھی ذکر کی ہیں۔

⑤ اضافی نکات کے لیے اَحادیث سے استدلال

امام ثعالبی نے بہت سے مقامات پر اضافی نکات کے لیے بھی احادیث ذکر کی ہیں، مثلاً امر بالمعروف والنھی عن المنکر کا ذکر آیا تو اس سے متعلقہ کوئی اہم حدیث ذکر کر دی، روزے کا ذکر آیا تو اس کی فضیلت سے متعلقہ احادیث ذکر کر دیں اور اس سلسلہ میں بالخصوص ان احادیث سے رجوع کیا جن کی طرف ابن عطیہ کسی وجہ سے توجہ نہ کر سکے مثلاً:

(i) سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 44: ﴿اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ میں قول وفعل کے تضاد کی مذمت میں امام ثعالبی نے درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

> ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات میں نے دیکھا کہ کچھ آدمی ہیں جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی ہیں، تو میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود پروا نہیں کرتے، حالانکہ یہ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، کیا پھر بھی یہ عقل سے کام نہیں لیتے'' (28)

واضح رہے کہ امام ابن عطیہ نے اس سلسلہ میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔

(ii) سورۃ البقرۃ، بذیل آیت 152: ﴿فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾(29)۔

یہاں امام ثعالبی نے ذکر کی اہمیت کے سلسلہ میں چند ایسی احادیث ذکر کی ہیں جو ابن عطیہ نے روایت نہیں کیں، اگرچہ ابن عطیہ نے بھی ذکر کی فضیلت کے بارے میں کچھ اور احادیث نقل کی ہیں۔

(iii) ایضاً، بذیل آیت 154: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ﴾(30)۔

یہاں امام ثعالبی نے شہید کی فضیلت کے سلسلہ میں ابن عطیہ کی ذکرکردہ احادیث کے علاوہ بھی چنداحادیث ذکر کی ہیں۔

(iv) ایضاً، بذیل آیت 184: ﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ﴾(31)۔

یہاں امام ثعالبیؒ نے روزے کی فضیلت واہمیت کے سلسلہ میں چنداحادیث ذکر کی ہیں جب کہ امام ابن عطیہ کے ہاں یہ احادیث یہاں نہیں ملتیں۔

(v) ایضاً، بذیل آیت 185: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾(32) ہاں امام ثعالبیؒ نے دین میں یسر اور رفق ولین کے حوالے سے چنداحادیث ذکر کی ہیں جب کہ امام ابن عطیہ نے انہیں ذکر نہیں کیا۔

(vi) ایضاً، بذیل آیت 239: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾(33)۔

یہاں ثعالبی نے ابوداؤد کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن انیس کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں ان کا بیان ہے کہ انہوں نے دشمن کے علاقے میں چلتے پھرتے عصر کی نماز ادا کی۔

(vii) ایضاً، بذیل آیت 268: ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ﴾(34)۔

یہاں ثعالبی نے اس آیت کے تحت صلہ رحمی اور تعاون علی البر سے متعلقہ وہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں مال خرچ کرنے کی فضیلت مذکور ہے مگر یہ احادیث ابن عطیہ کے ہاں زیر تفسیر آیت میں منقول نہیں ہیں۔

یادرہے کہ یہ صرف سورۃ البقرۃ سے چند مثالیں ذکر کی گئی ہیں ورنہ پوری تفسیر میں اس نوع کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

❸ تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ

تفسیر بالماثور میں تیسرا اصول یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کی تفسیر قرآن اور حدیث سے نہ ملے تو پھر صحابہ کرام کے اقوال وآثار کی روشنی میں تفسیر کی جائے۔امام ابن عطیہ اور امام ثعالبی کے ہاں بھی اس اصول کی بہت حد تک رعایت کی گئی ہے۔ذیل میں ایک مثال ملاحظہ ہو:

سورة النور کی آیت 64: ﴿فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ﴾ میں 'بیوتاً' سے مراد کیا ہے، کی وضاحت کرتے ہوئے امام ثعالبی فرماتے ہیں:

''امام نخعی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مساجد ہیں یعنی جب تم مسجدوں میں داخل ہو تو وہاں موجود لوگوں کو سلام کہو اور اگر وہاں کوئی موجود نہ ہو تو پھر اس طرح سلام کہو 'السلام علی رسول اللّٰہ، السلام علینا وَعلی عباداللّٰہ الصالحین'۔ جب کہ ابن عباس وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہاں بیوتا سے مراد وہ گھر ہیں جہاں لوگ سکونت اختیار کیے ہوں یعنی مراد یہ ہے کہ جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو گھر میں رہنے والوں کو سلام کہو...... پھر فرماتے ہیں کہ 'سلاح المومن (35) کتاب میں ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اس سے مراد مسجد ہے یعنی جب تم مسجد میں داخل ہو تو کہو 'السلام علینا وعلی عباداللّٰہ الصالحین'۔ اسے امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند شیخین یعنی بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ 'سلاح المومن' کی عبارت ختم ہوئی۔ ابن عباس سے جو یہ مروی ہے، یہی صحیح ہے جب کہ امام نوویؒ نے اس سے مراد بیوت مسکونہ لیا ہے'' (36)۔

پھر اس کے بعد امام نووی نے اپنے استدلال میں جو احادیث ذکر کی ہیں، امام ثعالبی انہیں نقل کرتے ہیں مگر ان پر کوئی نقد نہیں کرتے۔

④ تفسیر القرآن باقوال التابعین

تفسیر بالماثور میں چوتھا اصول یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کی تفسیر قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ سے نہ ملے تو پھر تابعین کرام کے اقوال کی روشنی میں تفسیر کی جائے، اگرچہ اس اصول میں اختلاف ہے جیسا کہ ہم شروع میں ذکر کر چکے ہیں، تاہم دیگر ماثورہ تفاسیر کی طرح امام ابن عطیہ اور امام ثعالبی کے ہاں بھی اقوال تابعین کا بکثرت تذکرہ ملتا ہے۔

تفسیر بالماثور کے سلسلہ میں چند ملاحظات اور تفسیر ثعالبی

تفسیر بالماثور کے سلسلہ میں متقدمین ومتاخرین میں سے جمہور کا قریب قریب اس بات پر ہمیشہ سے اتفاق رہا ہے کہ یہ تفسیر قرآن کا بہترین اور محفوظ ترین منہج ہے۔اس لیے اگر قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی کے دیگر حصوں یا اس ہستی کے فرمودات کی روشنی میں ہو جس پر قرآن نازل ہوا تو اس سے بڑھ کر قطعیت اور کس تفسیر کو حاصل ہو سکتی ہے، بلکہ جہاں اس سلسلہ میں قطعی تفسیر مل جائے، وہاں اس سے اعراض بغیر کسی شک وشبہ کے نری گمراہی ہے۔اسی طرح تفسیر قرآن میں صحابہ کے اقوال کی اہمیت بھی اہل سنّت نے کبھی نظر انداز نہیں کی، بلکہ تفسیر قرآن میں اقوال صحابہ کا وہ حصہ جس میں ان کی ذاتی رائے واجتہاد وغیرہ کا دخل نہ ہو، بلکہ وہ غیبی یا اخروی امور یا سبب نزول وغیرہ کی قبیل سے ہو تو اسے علمائے محدثین کے بقول حکماً مرفوع حدیث کی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے (37)۔

اسی طرح تفسیر قرآن میں تابعین کے اقوال بھی ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ جہاں کسی آیت کی تفسیر میں تابعین کے اقوال میں اتفاق ہو تو وہاں امام ابن تیمیہ وغیرہ کے بقول ان کے اقوال حجت کی حیثیت رکھتے ہیں (38)۔اور ظاہر ہے ایسی صورت میں تابعین سے بھی رائے کا اختلاف درست نہیں۔

تفسیر بالماثور کی اس ساری اہمیت کے باوجود اس سلسلہ میں چند قوی ملاحظات بھی ہیں مثلاً تفسیر بالماثور کے منہج کی حامل تفاسیر میں بالعموم صحیح وضعیف تمام روایات بغیر تحقیق کے جمع کر دی جاتی ہیں کیونکہ بالعموم مقصود یہ ہوتا ہے کہ آیت سے متعلقہ تمام روایات یکجا کر دی جائیں، خواہ ان کا براہ راست آیت کی تفسیر سے تعلق ہو یا نہ۔ اور یہی وجہ ہے کہ ماثورہ تفاسیر میں موضوع اور اسرائیلی روایات کا بھی بڑا ذخیرہ در آیا ہے جیسا کہ تفسیر طبری اور تفسیر درمنثور وغیرہ میں ہوا ہے۔اسی طرح آیات کی تفسیر میں صحابہ کے اقوال سے استشہاد کرتے ہوئے مختلف آثار جمع کر دیے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں بالعموم اختلافِ تنوع یا اختلافِ تضاد کو نمایاں کرنے اور جہاں ان میں تطبیق کی ضرورت ہے، وہاں اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔اور یہی صورت حال اقوال تابعین کے سلسلہ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔تفسیر بالماثور کے سلسلہ میں یہ کوتاہیاں کیوں در آئیں، اس کی کئی توجیہات محققین نے کی ہیں (39)۔

لیکن جہاں تک ان ملاحظات کا تعلق ہے، ان کی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن ضرورت اس بات

کی ہے کہ متاخرین ان کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کوشش ہمیشہ ہوتی رہی ہے مثلاً حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس سلسلہ میں بہت حد تک کامیاب کوشش کی ہے مگر اسے بھی حتمی قرار دے کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اب اس کام کی مزید ضرورت وافادیت باقی نہیں رہی۔ اس کی ایک بڑی دلیل تو یہ ہے کہ کئی اہل علم نے تفسیر ابن کثیر پر اسی سوچ کے ساتھ تنقیح وتہذیب کے لیے قلم اٹھایا ہے (40 الف)۔

تفاسیر ماثورہ کے ضمن میں جن ملاحظات کا ہم نے ذکر کیا ہے، اتفاق سے یہ خود امام ثعالبی کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں تفسیر ثعالبی کی روشنی میں چند اہم نکات کی طرف اشارہ کر دیا جائے

① ثانوی مصادر پر اکتفا

امام ثعالبی کے ہاں ایک بہت بڑا نقص تو یہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں احادیث سے استشہاد و استدلال کرتے ہوئے حدیث کے بنیادی مصادر تک رسائی نہیں کی، بلکہ ثانوی مصادر پر حد درجہ اکتفا کیا ہے، چنانچہ وہ خود اپنی تفسیر کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

> ''اس تفسیر میں بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ کے علاوہ جو صحیح یا حسن درجہ کی احادیث میں نے روایت کی ہیں، ان میں اذکار و اَدعیہ سے متعلقہ احادیث کا بڑا حصہ امام نووی کی کتابوں اور 'سلاح المومن' سے ماخوذ ہے۔ ترغیب وترہیب اور احوال آخرت سے متعلقہ احادیث کا بڑا حصہ امام قرطبی کی 'التذکرۃ' اور عبدالحق (40ب) کی کتاب 'عاقبۃ' سے لیا گیا ہے۔ بعض اوقات میں نے بھی اس سلسہ میں بغوی کی 'مصابیح' اور بعض دیگر کتابوں سے بہت سے اضافے کیے ہیں، جیسا کہ آپ دوران مطالعہ دیکھیں گے، ان شاء اللہ۔ اور ہر چیز کے مصدر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے'' (41)

مذکورہ اقتباس میں امام ثعالبی نے اپنے مصادر کے طور پر جن کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، مثلاً سلاح المؤمن، التذکرہ، عاقبۃ اور مصابیح، یہ سب ثانوی حیثیت کی کتابیں ہیں اور ثانوی مصادر پر اکتفا کرنے سے جو خامیاں بالعموم پیدا ہوتی ہیں، ظاہر ہے امام ثعالبی بھی ان سے نہیں بچ سکے۔ موصوف کی تفسیر میں ایسی کئی خامیوں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے، بطور نمونہ چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(i) سورۃ مریم کی آیت 83 کے ضمن میں امام ثعالبی نے ابن عطیہ کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

''(راوی فرماتے ہیں کہ) میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے جب کہ آپ کے سینے سے (رونے کی وجہ سے) اس طرح آواز آ رہی تھی جیسا ہنڈیا ابلتے وقت آواز دیتی ہے'' (42)۔

اس کے بعد امام ثعالبی فرماتے ہیں کہ:

''اس حدیث کو امام مسلم اور امام ابوداؤد نے مطرف عن ابیہ کی سند سے روایت کیا ہے'' (43)۔

حالانکہ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود نہیں ہے البتہ ابوداؤد میں موجود ہے مگر اس میں بھی الفاظ کا فرق ہے (44 الف)

اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آیت ۷: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان (کافروں) کے دلوں پر مہر لگا دی ہے'' کے ضمن میں امام ثعالبی امام طبری کے حوالے سے ایک حدیث روایت کی ہے، لیکن یہ اصل مرجع سے نہیں بلکہ ابوعبداللہ نحوی (44 ب) کی 'مختصر طبری' سے روایت کی گئی ہے اور اس میں ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے'' (45)۔

حالانکہ اصل مرجع میں بندہ کی جگہ مؤمن کے لفظ ہیں (46)۔

② ضعیف احادیث سے بکثرت استدلال

اسی طرح امام ثعالبی کے ہاں ضعیف روایات سے استشہاد بہت زیادہ ہے، نہ صرف یہ کہ ابن عطیہ کی نقل کردہ ضعیف اَحادیث پر بالعموم کوئی کلام نہیں کیا گیا بلکہ خود امام ثعالبی نے بھی بے شمار ضعیف احادیث اس تفسیر میں نقل کر دی ہیں۔ اگرچہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ:

''میں نے اپنی اس تفسیر میں صحیح، حسن اور نبی کریم ﷺ سے مروی مستند احادیث نقل کی ہیں'' (47)۔ لیکن وہ اپنے دعویٰ پر قائم نہیں رہ سکے'' (48)۔

اس سلسلہ میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

سورۃ البقرۃ کی آیت 156: ﴿اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ﴾ کے تحت امام ثعالبی نے امام نووی کی 'حلیۃ الابرار' کے حوالے سے تین احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی اور تیسری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور دوسری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور اس میں ہے: ''جس نے کسی مصیبت زدہ کی چارہ جوئی کی، اسے اس کی مثل اجر ملے گا''۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں: اسنادہ ضعیف (اس کی سند ضعیف ہے)۔ پھر اسی طرح تیسری حدیث جو الحلیۃ میں امام ترمذی کے حوالے سے موصوف نے نقل کی ہے، اس کے آخر میں امام ترمذی کے حوالے سے یہ عبارت بھی نقل کی گئی ہے: ((قال الترمذی: لیس اسنادہ بالقوی)) ''امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی نہیں ہے'' (49)۔

اسی طرح سورۃ الاعراف کی آیت 27: ﴿اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ﴾ کے تحت حضرت علی سے مروی ایک حدیث روایت کی گئی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر بیت الخلا میں جاتے ہوئے بسم اللہ کہہ لیا جائے تو یہ انسانوں کی شرم گاہوں اور جنوں کے درمیان پردہ بن جاتا ہے'' (50)۔

پھر اس کے بعد اس روایت کے حوالے سے یہ تبصرہ بھی ساتھ ہی موجود ہے کہ ''اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی نہیں ہے'' (51)۔

گویا امام ثعالبی رحمہ اللہ نے ضعیف روایات کے ضعف کو تسلیم کرنے کے باوجود انہیں نقل کیا ہے اور انہیں حذف کرنا یا ان کی استنادی حیثیت کے حوالے سے کوئی اور تبصرہ کرنا خود ہی مناسب خیال نہیں کیا۔

③ اسرائیلیات سے بکثرت استفادہ

اسرائیلی روایات سے مراد وہ روایات (قصص/حکایات وغیرہ) ہیں جو یہود سے مسلمانوں کے لٹریچر میں نقل ہوئی ہیں۔ بلکہ بعض اہل علم کے بقول صرف یہود ہی سے نہیں بلکہ نصاریٰ اور دشمن اسلام فرقوں (مثلاً زنادقہ وغیرہ) کی طرف سے تفسیر اور حدیث میں راہ پا گئی ہیں۔ بعض اوقات کسی بھی مصدر میں ان کا اصل موجود نہیں ہوتا اور یہ مسلمانوں کے عقائد وایمانیات میں بگاڑ اور ان کی صفوں میں انتشار کی خبث نیت کے ساتھ پھیلائی گئی ہیں (52)

اسرائیلی روایات کے نقل و بیان کرنے کے سلسلہ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسرائیلیات تین قسم کی ہیں؛ ایک تو وہ جن کی صحت ہمارے دین سے ثابت ہو جائے ،اس قسم کی ہم تصدیق کرتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا جھوٹا ہونا ہمارے دین میں ثابت ہو چکا ہو، اس قسم کی ہم تکذیب کرتے ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں ہمارا دین خاموش ہے، نہ ان کی تصدیق کرتا ہے اور نہ تکذیب، تو اس کی ہم بھی نہ تکذیب کریں گے اور نہ تصدیق، اور اس کی روایت کرنا جائز ہے'' (53)۔

نیز فرماتے ہیں:

''لیکن ان اسرائیلی روایات کے بارے میں یہ واضح رہنا چاہیے کہ انہیں بطور استشہاد نقل کیا جا سکتا ہے بطور اعتقاد نہیں'' (54)۔

امام ابن عطیہ نے اسرائیلی روایات کے سلسلہ میں اگرچہ احتیاط کی کوشش کی ہے (55)، مگر اس کے باوجود ان کی تفسیر میں بکثرت اسرائیلی روایات ملتی ہیں (56)۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام ثعالبی کے ہاں بھی اختصار کے باوجود اسرائیلیات کی بہتات ہے۔ بعض جگہ وہ اسرائیلی روایات ذکر کرتے ہیں مگر ان کی صحت وضعف یا استدلال کی نوعیت کے حوالے سے ان پر کوئی تبصرہ بالکل نہیں کرتے (57)۔

بعض جگہ وہ کچھ اسرائیلی روایات نقل بھی کرتے ہیں اور ساتھ ان کے ضعف کے حوالے سے تبصرہ بھی کر دیتے ہیں مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت 250 کے تحت واقعہ جالوت کے سلسلہ میں موصوف بعض اسرائیلی روایات نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ:

''اس آیت کے حوالے سے بعض لوگوں نے بہت سے قصے نقل کیے ہیں اور یہ سب ضعیف اور کمزور اسناد سے مروی ہیں، اس لیے میں نے ان میں سے صرف اسی کا انتخاب کیا ہے جس کا آیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے'' (58)۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''لوگوں نے اس سلسلہ میں بہت سے قصے بیان کیے ہیں، ان میں سے اکثر چونکہ صحیح نہیں ہیں اس لیے میں نے اختصار سے کام لیا ہے'' (59)۔

اسی طرح ہاروت اور ماروت کے قصے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''ہاروت اور ماروت کا جو قصہ زہرہ عورت کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے وہ تمام کا تمام ضعیف ہے''(60)۔

④ تطبیق اور ترجیح سے اعراض

ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ تفسیر بالماثور کے سلسلہ میں آیات کی تفسیر میں صحابہ وتابعین کے اقوال سے استشہاد کرتے ہوئے مختلف آثار واقوال جمع کر دیے جاتے ہیں مگر ان میں بالعموم اختلافِ تنوع یا اختلافِ تضاد کو نمایاں کرنے اور جہاں ان میں تطبیق کی ضرورت ہے، وہاں تطبیق دینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہی صورت حال تفسیر ابن عطیہ اور تفسیر ثعالبی دونوں میں دیکھنے کو ملتی ہے(61)۔ اگر چہ بعض جگہ تطبیق یا ترجیح وغیرہ کی مثالیں بھی ملتی ہیں مگر ایسا بہت کم ہے(62)۔

خلاصہ بحث ونتائج

- تفسیر ثعالبی ابن عطیہ کی تفسیر المحرر الوجیز کا ایک ملخص ومہذب نسخہ ہے۔
- تفسیر ابن عطیہ کی طرح اس تفسیر میں بھی تفسیر بالماثور کا رجحان نمایاں اور غالب ہے۔
- اس تفسیر میں امام ثعالبی نے بہت سے قیمتی اضافے کیے ہیں۔
- تفسیر بالماثور کے سلسلہ میں اہل علم جن خامیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہ تفسیر ثعالبی میں بھی پائی جاتی ہیں
- اس تفسیر میں امام ثعالبی نے بیشتر مقامات پر ثانوی مصادر پر اکتفا کیا ہے جس کی وجہ سے ان سے بعض تسامحات بھی ہوئے ہیں۔
- دیگر تفاسیر ماثورہ بالخصوص تفسیر ابن کثیر وغیرہ کے مقابلہ میں تفسیر ثعالبی کا درجہ بہت نیچے ہے۔
- تفسیر ثعالبی میں احادیث، لغوی مباحث، فقہی آراء وغیرہ کے حوالے سے کوئی ایسے امتیازات نہیں پائے جاتے جو اسے دیگر معروف تفاسیر سے ممتاز کر سکیں۔
- یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اس تفسیر کی طرف توجہ بہت کم دی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) زرکلی، خیرالدین، الاعلام، مکتبۃ دارالعلم للملایین، بیروت، ط ثانی 1980ء، ج4،ص:107۔

(2) ایضاً، ج1،ص205,206، زرکلی کے بقول ابواسحاق ثعلبی کی تاریخ وفات 427ھ/1035ء ہے۔

(3) ایضاً، ج4،ص:107۔

(4) ثعالبی، عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف، 'الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن'، مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط اول، 1996ء، ج3،ص:140۔

(5) واضح رہے کہ امام ثعالبی جہاں بھی 'مختصر' کہہ کر اپنی اس تفسیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہاں ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ ابن عطیہ کی ضخیم تفسیر 'المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز' کا مختصر (یعنی اختصار) ہے۔ یہ اصطلاح شاید انہوں نے اس لیے اختیار کی ہے کہ ان کی تفسیر کے عنوان میں کوئی ایسا اشارہ نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ تفسیر ثعالبی کی مستقل تفسیر نہیں بلکہ المحرر الوجیز کا اختصار ہے۔

(6) 'الجواھر الحسان'، مقدمہ، ج1،ص:20

(7) ایضاً، ج3،ص:540۔

(8الف) ایضاً ص:139۔

(8ب) 'مصابیح السنۃ' امام بغویؒ کی تصنیف ہے۔ آپ کا نام حسین بن مسعود بن محمد ہے۔ آپ 436ھ/الموافق 1044ء میں پیدا ہوئے اور 510ھ/الموافق 1117ء میں فوت ہوئے۔ آپ محی السنۃ کے لقب سے معروف ہیں اور بغوی کی شہرت سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ بیک وقت محدث، مفسر اور فقیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں حدیث کے حوالے سے شرح السنۃ، مصابیح السنۃ اور الجمع بین الصحیحین معروف ہیں۔ نیز آپ نے لباب التاویل فی معالم التنزیل کے نام سے تفسیر بھی لکھی ہے۔ دیکھیے: زرکلی، محولہ بالا، ج2،ص:259۔

آپ کی کتاب شرح السنۃ حدیث کے بنیادی مراجع میں شامل ہے، البتہ مصابیح السنۃ کی حیثیت ثانوی مصدر کی ہے، اس لیے کہ اس میں آپ نے دیگر مصادر حدیث سے احادیث لے کر حذف سند کے ساتھ ان کو ایک ترتیب میں یکجا کیا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے ہر عنوان کے تحت دو دو فصلیں قائم کی ہیں۔ پہلی فصل کو 'الصحاح' کا نام دیا اور دوسری کو 'حسان' کا۔ پہلی فصل میں آپ نے بخاری ومسلم کی احادیث کے انتخاب پر اکتفا کیا ہے اور دوسری فصل میں دیگر کتب حدیث سے حسن درجہ کی روایات کا انتخاب کیا۔ خطیب تبریزی نے اسی کتاب کو مدار بناتے ہوئے پوری کتاب میں ہر عنوان کے تحت ایک تیسری فصل کا اضافہ کر دیا جس میں خطیب نے ان روایات کو جمع کیا ہے جنہیں امام بغوی جمع نہ کر پائے

تھے،خواہ وہ روایات بخاری ومسلم میں موجود تھیں یا دیگر کتب حدیث میں۔اس طرح مشکوٰۃ فقہی واحکامی روایات کا ایک انسائیکلوپیڈیا بن گئی، تاہم اس میں ایمان، فتن، مناقب اور زہد وغیرہ پر بھی ابواب ہیں۔یہ کتاب بلاتفریق تمام سنی المسلک مدارس میں شامل نصاب ہے۔اس کی کل روایات 6294 ہیں۔

(8،ج) 'حلیۃ الابرار' امام نوویؒ کی کتاب ہے۔امام نوویؒ کا نام یحیٰ بن شرف بن مری بن حسن الحزامی الحورانی ہے۔آپ کی کنیت ابو زکریا ہے۔آپ 631ھ/الموافق 1233ء کو شام کی بستی حوران کے محلّہ نوا (نووۃ) میں پیدا ہوئے، اسی نسبت سے آپ کو نووی کہا جاتا ہے اور 676ھ/الموافق 1277ء میں اسی جگہ آپ کی وفات ہوئی۔آپ شافعی المسلک ہیں اور بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں جن میں 'تہذیب الاسماء واللغات، منہاج الطالبین، ریاض الصالحین، بستان العارفین، المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، روضۃ الطالبین، شرح المہذب، مناقب الشافعی، رسالۃ الاربعین، حلیۃ الابرار، التبیان فی آداب حملۃ القرآن وغیرہ شامل ہیں۔اور واضح رہے کہ آپ کی کتاب 'حلیۃ الابرار' عام طور پر 'الاذکار' کے نام سے معروف ہے، دیکھیے: زرکلی، محولہ بالا، ج8، ص:149۔

(8،د) 'سلاح المومن' بھی اذکار وادعیہ کے موضوع کی کتاب ہے۔اس کے تعارف کے لیے دیکھیے: حوالہ نمبر 35۔

(8،ھ) عبدالحق اشبیلی کے تعارف کے لیے دیکھیے: حوالہ نمبر 40ب

(8،و) زرکلی، محولہ بالا، ج3، ص282۔

(9) محمد حسین ذہبی، 'التفسیر والمفسرون، مکتبہ وھبہ، 14-شارع الجمھوریۃ عابدین، ط ثانی، 1985ء' ج1 ص:232,233

(10) ایضاً، ص:154۔

(11) ابن تیمیہ رحمہ اللہ، احمد بن عبدالحلیم، 'مقدمہ فی اصول التفسیر'، المکتبۃ العلمیۃ، لاہور، س ن، ص29,30۔

(12) ایضاً، ص:34۔

(13) الجواھر الحسان، ج1، ص:41۔

(14) ایضاً۔

(15) ایضاً، ص:42

(16الف) ایضاً، ص:119

(16ب) آپ کا نام عمر بن علی بن سالم بن صدقۃ اللخمی الاسکندری، تاج الدین الفاکہانی ہے اور ابن فاکہانی کے نام سے معروف ہیں۔آپ 654ھ/الموافق 1256ء میں اسکندریہ میں پیدا ہوئے اور 734ھ/الموافق 1334ء میں فوت ہوئے۔آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں: الاشارۃ (یہ علم نحو کے موضوع پر ہے)، المنہج المبین فی شرح الاربعین النوویۃ، التحریر والتحبیر فی شرح رسالۃ ابن ابی زید القیروانی، (یہ فقہ مالکی کی کتاب ہے) ریاض الاحکام فی شرح

عمدۃ الاحکام، (حدیث کی کتاب ہے)، الفجر المنیر فی الصلاۃ علی البشیر والنذیر، الغایۃ القصویٰ فی الکلام علی آیات التقویٰ۔ دیکھیے: زرکلی، محولہ بالا، ج5، ص:56۔

(17) ایضاً، ص:143۔

(18) ایضاً، 254۔

(19) اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ اسی وجہ سے اسے علمائے محققین تفسیر بالماثور میں شمار کرتے ہیں، دیکھیے: حوالہ نمبر 9۔ اور دوسری دلیل خود امام ثعالبی کی زیر بحث تفسیر ہے جس میں جابجا تفسیر القرآن بالحدیث کی مثالیں موجود ہیں جن کا بڑا حصہ خود ابن عطیہ ہی سے ماخوذ ہے، گو کہ بہت سے مقامات پر امام ثعالبی کے اپنے اضافے بھی ہیں۔

(20) **الجواهر الحسان**، ج1 ص:45، اسی صفحہ پر اس سلسلہ میں ایک اور مثال بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

(21) ایضاً، ص:145۔

(22) ایضاً، ج1، ص:76۔ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ توضیح ابن عطیہ کے ہاں نہیں ملتی۔

(23) ایضاً، ص91۔ امام ابن عطیہ کے ہاں بھی یہ دونوں احادیث موجود ہیں۔

(24) ایضاً، ص422۔ امام ابن عطیہ کے ہاں بھی اس حدیث سے استدلال موجود ہے۔

(25) ایضاً، ص545,546۔

(26) ایضاً، ص:48۔

(27) ایضاً، ص:496۔

(28) ایضاً، ص:70۔

(29) ایضاً، ص:124,125۔

(30) ایضاً، ص:126,127۔

(31) ایضاً، ص:141,142۔

(32) ایضاً، ص:143۔

(33) ایضاً، ص:185۔

(34) ایضاً، ص:210۔

(35) واضح رہے کہ سلاح المؤمن نامی کتاب تقی الدین ابوالفتح محمد بن محمد بن علی بن ہمام مصری کی تالیف ہے۔ آپ 682ھ/الموافق 1283ء میں پیدا ہوئے اور 745ھ/الموافق 1344ء میں فوت ہوئے۔ آپ مسلکاً شافعی تھے۔ فقہ اور قراءات کے عالم تھے۔ آپ کی تصانیف میں 'سلاح المؤمن' (اس کتاب سے مفسر ثعالبی نے اپنی تفسیر میں کافی استفادہ کیا

ہے)،'الاھتداء فی الوقف والابتداء'،'قراءات'،'المتشابہ'شامل ہیں۔آپ قاہرہ میں فوت ہوئے۔دیکھیے: زرکلی، الاعلام، محولہ بالا، ج7،ص:35۔

(36) **الجواھر الحسان**، ج2،ص:458۔

(37) اس سلسلہ میں تفصیل کے لیے دیکھیے: احمد محمد شاکر،'**الباعث الحثیث فی شرح اختصار علوم الحدیث للحافظ ابن کثیر**'، ص 47، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، س ن۔نیز: سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج 1، ص: 115، ج4 ص: 208، مکتبۃ منشورات الرضی، ایران، ط ثانی 1363ھ۔وہی مصنف،'**تدریب الراوی**'، ج1، ص:192,193۔

(38) **قواعد فی اصول التفسیر**، ص:35، امام ابن تیمیہ کی اصل عبارت یہ ہے: ''**اما اذا اجمعوا علی شیء فلا یرتاب فی کونہ حجۃ**''۔

(39) مثلاً دیکھیے: '**التفسیر و المفسرون**'، ج1،ص:15 تا164۔اور: **مقدمہ فی اصول التفسیر**۔

(40،الف) مثلاً دیکھیے: محمد علی صابونی کی ابن کثیر پر تلخیص بعنوان: '**مختصر تفسیر ابن کثیر**'۔(شائع کردہ، دارالقرآن الکریم بیروت، ط اول 1393ھ) اسی طرح ابن کثیر کی ایک تلخیص بعنوان: '**المصباح المنیر**'، دارالسلام ریاض نے بھی شائع کی ہے۔اس کے علاوہ بھی اس طرح کی کئی تلخیصیں موجود ہیں۔

(40،ب) ان کا نام عبدالحق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ الازدی الاشبیلی ہے اور یہ عبدالحق اشبیلی کے نام سے معروف ہیں۔آپ 510ھ/الموافق 1116ء کو پیدا ہوئے اور 581ھ/الموافق 1181ء میں فوت ہوئے۔آپ کا شمار علماء اندلس میں ہوتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے فقیہ اور حافظ حدیث تھے۔علل الحدیث اور رجال کے ماہر تھے۔آپ کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں جن میں المعتل من الحدیث، الاحکام الشرعیۃ، الجامع الکبیر، غریب القرآن والحدیث وغیرہ شامل ہیں۔دیکھیے: زرکلی، محولہ بالا، ج3،ص:281۔

(41) **الجواھر الحسان**، ج1،ص:20۔

(42) ایضاً، ج2،ص328۔

(43) ایضاً۔

۴۴، الف۔دیکھیے: **سنن ابی داؤد**، کتاب الصلوۃ، باب البکاء فی الصلاۃ، ح904، دارالسلام، طبع ریاض 1999ء۔امام ثعالبی کا روایت کردہ متن **سنن نسائی**، کتاب الصلاۃ، باب البکاء فی الصلاۃ، ح 1199۔اور **مسند احمد**، ح15722، 15727، 15735، وغیرہ میں بھی مذکور ہے مگر الفاظ کے فرق کے ساتھ۔

۴۴۔ب۔ ابوعبداللہ نحوی نام کے کئی اہل علم معروف ہیں۔ یہاں امام ثعالبی کی مراد کون سے صاحب ہیں، اسے انہوں نے خود بھی واضح نہیں کیا، علاوہ ازیں تفسیر ابن عطیہ میں بھی مفسر ابن عطیہ نے بغیر وضاحت کیے ان کے حوالے سے بعض نکات بیان کیے ہیں۔ تفسیر ابن العربی (الجامع لأحکام القرآن) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب اندلس کے ہیں اور قاضی ابن العربی کے شیوخ میں شامل ہیں، واللہ اعلم!، دیکھیے: ابن العربی، محمد بن عبداللہ اندلسی، الجامع لأحکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، س،ن، ج4،ص:80۔

(45) الجواہر الحسان، ج1،ص:48۔

(46) دیکھیے: تفسیر طبری (جامع البیان فی تفسیر آی القرآن) بذیل تفسیر آیۃ مذکورہ۔

(47) الجواہر الحسان، ج 1،ص: 2 0۔ثعالبی کی اصل عبارت یہ ہے: ''فکتابی ھذامحشوبنفائس الحکم، وجواھر السنن الصحیحۃ، والحسان الماثورۃ عن سیدنامحمدﷺ''۔

(48) دراصل ضعیف احادیث سے استدلال کے سلسلہ میں محدثین کے ہاں اختلاف رائے ہے، بعض محدثین فضائل وترغیب کے سلسلہ کی ضعیف روایات کو بطور استشہاد نقل کرنے کی اجازت دیتے ہیں جب کہ بعض محدثین اس سلسلہ میں زیادہ شدت سے کام لیتے ہیں اور اسے بھی درست نہیں سمجھتے۔اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سی صورتوں میں ضعیف روایات سے استشہاد ایک ناگزیر صورت اختیار کر جاتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ امام ثعالبی نے مقدمہ میں صحیح وحسن احادیث کے سلسلہ میں جو کچھ کہا، دوران تفسیر اس میں نظر ثانی کی ضرورت سمجھتے ہوئے ایک جگہ ضعیف حدیث نقل کرنے کے بعد ضعیف احادیث کے سلسلہ میں اپنا موقف پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''امام نووی فرماتے ہیں کہ علمائے محدثین وفقہاء وغیرہ فرماتے ہیں کہ فضائل اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث ذکر کرنا جائز ہے بشرطیکہ ضعیف حدیث موضوع کے درجہ تک نہ پہنچ چکی ہو۔البتہ احکام شریعت یعنی حلال وحرام، بیوع، نکاح وطلاق وغیرہ کے مسائل میں صرف صحیح یا حسن حدیث ہی سے استدلال کرنا چاہیے''۔دیکھیے: الجواھر، ج1،ص537,538۔

(49) الجواھر، ایضاً، ج1،ص128۔

(50) ج1،ص536۔

(51) ایضاً۔

(52) دیکھیے: محمد حسین ذہبی، اسرائیلیات فی التفسیر والحدیث، مکتبۃ وھبہ 14- شارع الجمھوریۃ عابدین، ط1986ء، ص13,14۔

(53) مقدمہ فی اصول التفسیر، ص:32۔

(54) ایضاً۔

(55) مثلاً جیسا کہ وہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ ''وہ اسرائیلی قصص میں سے صرف وہی نقل کریں گے جن کا نقل کیے

بغیر چارہ نہیں‘‘۔ دیکھیے: ابن عطیہ، قاضی عبدالحق محمد بن غالب، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، المجلس العلمی، فاس، ج1، ص:6۔

(56) مثلاً یاجوج وماجوج قوموں کے اوصاف کے سلسلہ میں جو روایات مروی ہیں، ان میں سے بعض کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’یاجوج وماجوج کے بارے میں اتنا کچھ مروی ہے کہ صحیفے ان کا احاطہ کرنے سے عاجز آجائیں، اس لیے میں نے ان کی عدم صحت کی وجہ سے اختصار سے کام لیا ہے۔‘‘ دیکھیے: **المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز**، محولہ بالا، بذیل، سورۃ الکھف، آیت 94۔

(57) مثلاً دیکھیے: الجواھر الحسان، محولہ بالا، ج1، ص106,107، بذیل سورۃ البقرۃ، آیت 50۔ اور بذیل آیت، 247۔

(58) ایضاً، ج1، ص:193۔

(59) ایضاً، ج2، ص:380۔

(60) ایضاً، ج1، ص:101۔

(61) تفسیر ثعالبی (الجواھر الحسان) کے حوالے سے اس طرح کی چند مثالوں کے لیے دیکھیے: الجواھر الحسان، ج 1، ص:42,46,74,75,105,190,231,494,546۔

(62) مثلاً قولِ صحابی اور مرفوع روایت میں تعارض کے حل کے لیے دیکھیے: الجواھر الحسان، محولہ بالا، ج1، ص37,52۔ نیز آثار صحابہ میں تطبیق کی مثالوں کے لیے دیکھیے: الجواھر الحسان، محولہ بالا، ج1، ص:127,202,594۔ اقوالِ تابعین میں تطبیق کے لیے دیکھیے: الجواھر الحسان، محولہ بالا، ج1، ، ص:191,198۔